ہر اندھیرے کے مقابل ایک نور ہے۔ جب تک یہ اندھیرے موجود رہیں گے نور داخل نہیں ہوگا

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15 / مارچ 1996ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْــــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰـىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ (النور: 40، 41)

پھر فرمایا:

یہ جو دو آیات ہیں ان سے متعلق میں نے گزشتہ خطبے میں یہ بیان کیا تھا کہ ان دونوں کا تعلق دراصل اندھیروں ہی سے ہے اگر چہ پہلی آیت میں بظاہر روشنی کا منظر کھینچا گیا ہے۔ مگر ایسی روشنی جو روشنی کے فائدے سے محروم رکھے بلکہ الٹا اندھیروں والا نقصان پہنچا دے وہ اندھیروں سے بھی بدتر ہے کیونکہ اندھیروں میں تو انسان جانتا ہے کہ میں اندھیرے میں ہوں، ٹٹول کر چلتا ہے، احتیاط سے قدم اٹھاتا ہے، کوشش ضرور کرتا ہے کہ اندھیرے کے نقصان سے بچ سکوں مگر جسے روشنی ہی روشنی دکھائی دے رہی ہو اس کا دھوکہ سب سے بڑا دھوکہ ہے۔ پس قرآن کریم نے پہلی مثال اس روشنی کی دی ہے جو دراصل اندھیروں سے بھی زیادہ خطرناک ہے اور اب دیکھنا یہ ہے کہ اس روشنی کی مثال

میں کس قسم کے اندھیرے ہیں۔

ان دونوں آیات کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت میں نفس کے اندھیروں کی طرف زیادہ اشارہ ملتا ہے جو اپنے نفس سے پیدا ہوتے ہیں اور دوسری آیت میں بیرونی اثرات کے اندھیرے ہیں جو بیرونی عوامل کے نتیجے میں انسان کو نور یا بصیرت سے محروم کر دیتے ہیں۔ مثلاً بادل ہے وہ نفس سے نہیں اٹھتا باہر کی چیز ہے اس کے نیچے بھی ایک اندھیرا ہوتا ہے۔ موج ایک بیرونی چیز ہے جو بادل کے نیچے ہو تو اور بھی اس کا اندھیرا گہرا ہو جائے گا۔ اس کے نیچے ایک اور موج ہو وہ اور بھی زیادہ گہری ہو جائے گی۔ تو اگلی مثال میں تین اندھیرے جو بیان فرمائے وہ تینوں بیرونی محرکات سے یا وجوہات سے تعلق رکھتے ہیں۔ پہلا اندھیرا جو ہے وہ نفس سے تعلق رکھتا ہے مگر وہ بھی ایک اندھیرا نہیں ہے اس میں بھی کئی اندھیرے ہیں اور قرآن کریم کی ہر آیت پر کوئی نہ کوئی دوسری آیت روشنی ڈال رہی ہے اور اس طرح آیات کے بھی جوڑے جوڑے ہیں۔ پس اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ پہلی آیت کی مثال قرآن کریم میں کس آیت میں ملتی ہے تو اس مضمون پر مزید روشنی پڑ جائے گی اور معین ہو جائے گا کہ کون کون سے خطرات نفس سے وابستہ ہیں جو اٹھ کر اندر سے پیدا ہوتے ہیں اور انسان کو اندھیروں میں غرق کر دیتے ہیں اور انسان سمجھتا یہی ہے کہ میں اچھی چیزوں کی پیروی کر رہا ہوں۔ دیکھ رہا ہوں اور جو دیکھ رہا ہوں وہ میرے فائدے میں ہے اور اس کے باوجود وہ چیز ضرور اس کے نقصان میں ہوتی ہے۔

یہ مضمون ہے جو اس پہلی آیت میں بیان ہوا ہے۔ ان لوگوں کی مثال جنہوں نے کفر کیا ایک ایسے سراب کی سی ہے جو ایک بہت بڑے چٹیل میدان میں واقع ہو، اسے پیاسا پانی سمجھتا ہے لیکن جب وہ وہاں پہنچتا ہے جہاں سمجھتا تھا کہ پانی ہے اس کی پیاس بجھانے کے لئے کوئی چیز وہاں نہیں ملتی ہاں اس کے گناہوں کی سزا دینے کے لئے خدا وہاں ملتا ہے جو اس کا حساب چکا دیتا ہے۔ اس سے ملتی جلتی دوسری آیت جس میں ان نفسانی اندھیروں کی تفصیل بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے:

اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّ لَہۡوٌ وَّ زِیۡنَۃٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ

بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ ۖ كَمَثَلِ غَيْثٍ
أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ
يَكُونُ حُطَامًا ۖ وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۙ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ
اللَّهِ وَرِضْوَانٌ ۚ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿٢١﴾

(الحدید: 21)

یہ پانی کی بجائے یا سراب کی بجائے ایک اور مثال پیش فرمائی گئی مگر دونوں کا نتیجہ بعینہٖ وہی نکلتا ہے اور آخری خلاصہ یہ ہے۔ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ دنیا کی زندگی دھوکے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ جس طرح سراب ایک دھوکہ ہے اس میں پیاس بجھانے کی کوئی طاقت نہیں اور زندگی بخشنے کی کوئی طاقت نہیں۔ اسی طرح دنیا کی زندگی کی اور بھی ایسی چیزیں ہیں جو محض ایک دھوکہ ہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ ان میں تمہارے لئے بقاء کے سامان ہیں لذتیں ہیں مگر جب تم ان کو پاتے ہو تو اس سے پہلے پہلے خدا تعالیٰ بسا اوقات ان کو ایسا ضائع کر دیتا ہے کہ جو کچھ تمہاری محنتیں ہیں سب اکارت جاتی ہیں۔ جن چیزوں کی تمہیں تلاش تھی وہ وہاں نہیں ملتیں۔ پس وہی مضمون ہے جو سراب والا مضمون ہے مگر اس میں زیادہ تفصیل سے ان اندھیروں کا ذکر فرمایا گیا تا کہ انسان ان کو پہچان لے اور ان سے بچنے کی کوشش کرے۔

دنیا کی زندگی کی مثال ''جان لو'' سے شروع ہوتی ہے آیت اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا جان لو کہ دنیا کی مثال لَعِبٌ وَّلَهْوٌ کھیل اور تماشا ، محض ایک کھیل اور دل بہلاوہ ہے۔ یہ ایک جوڑا ہے۔ اصل میں، ایک ہی مضمون سے تعلق رکھنے والا۔ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ اور زینت، سجنا دھجنا اور پھر اس زینت کو ایک دوسرے سے مقابلے کے لئے استعمال کرنا تا کہ تم ایک دوسرے پر فخر کر سکو کہ دیکھو ہماری چیز اتنی خوبصورت اور اس کی ایسی بے کار اور مقابل پر بھدی دکھائی دینے والی۔ یہ دوسری ظلمت ہے جس کا ذکر فرمایا۔ تیسرا ہے وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ تکاثر کے نیچے دو باتیں ہیں جو ایک اور قسم کے اندھیرے سے تعلق رکھتی ہیں اور پہلا جو اندھیرا ہے وہ بھی جوڑے میں بیان فرمایا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ۔

پس دوسری آیت میں جو میں نے پہلے تلاوت کی تھی اس میں بھی تین ظلمات کا ذکر ہے اور

جو اندرونی اندھیرے ہوتے ہیں ان کی بھی دراصل تین ہی قسمیں ہیں۔تین قسموں کے اندھیرے ہیں جو انسانی نفس سے وابستہ ہیں اس سے پیدا ہوتے ہیں اور انسان کو اس دھوکے میں مبتلا کرتے ہیں اور آخری نتیجہ یہی ہے کہ یہ دنیا کی زندگی ایک دھوکے کے سوا کچھ نہیں ہے۔اس کی مثال بیان فرمائی: كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ اس کی مثال ایسی بارش کی سی ہے جو کھیتی اگاتی ہے تو وہ کھیتی کفار کو بہت ہی اچھی معلوم ہوتی ہے ثُمَّ يَهِيْجُ پھر وہ لہلہاتی ہے مگر پھر فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا پھر وہ زرد ہو جاتی ہے ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا پھر وہ خشک ہو کر چورا چورا ہو جاتی ہے۔ ہیجان کہتے ہیں لہلہانے کو اور حرکت کو تو يَهِيْجُ کا مطلب ہے وہ خوب نشو ونما دکھا کے ہوا کے ساتھ لہلہانے لگتی ہے لیکن بالآخر زرد پڑ جاتی ہے اور يَكُوْنُ حُطَامًا وہ خشک ہو جاتی ہے۔ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ اور آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے جو اس سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔دنیا کی ناکامی اور نامرادی جن کاموں میں محنت کی تھی وہ دراصل نیک انجام کو نہ پہنچیں اور انسان کو جو توقعات وابستہ تھیں وہ توقعات پوری نہ ہوں یہ اس کھیتی کی سی مثال ہے جو شروع میں بہت اچھی لگتی ہے مگر بالآخر انجام اس کا ناقص اور خراب ہے۔

فرمایا فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ آخرت میں عذاب شدید بھی ہے مگر وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ مغفرت بھی ہے اور رضوان بھی۔مغفرت اور رضوان کے لئے کوئی الگ بنیاد قائم نہیں فرمائی، کوئی ایسا مضمون نہیں فرمایا کہ یہ تو عذاب والا مضمون تھا اب مغفرت اور رضوان والا مضمون یہ ہے۔وجہ یہ ہے کہ وہی دنیا کی زندگی مغفرت اور رضوان کا موجب بھی بن سکتی ہے اور وہی دنیا کی زندگی سزا اور عذاب کا بھی موجب بن سکتی ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ وہ جو خدا سے دور ہیں ان کو دنیا کی زندگی فائدہ نہیں پہنچاتی اور بسا اوقات بدانجام مرتے ہیں اور اپنی محنتوں کے لطف نہیں اٹھا سکتے۔اگر اسی دنیا کی زندگی ان تین بلاؤں سے محفوظ رکھو جو اندھیروں کی بلائیں ہیں جن کا پہلے ذکر فرما دیا گیا تو پھر وہی دنیا کی زندگی مغفرت کا موجب بھی بن سکتی ہے اور اللہ کے رضوان کا موجب بھی بن سکتی ہے کیونکہ نتیجۃً وہی باتیں بنیادی ایک نتیجہ نکال سکتی تھیں دوسرا بھی نکال سکتی تھیں اس لئے الگ مضمون باندھنے کی بجائے اسی پہلے مضمون کے آخر پر دو نتیجے رکھ دیئے۔ایک آخرت میں عذاب شدید کا نتیجہ دوسرا مغفرت اور رضوان کا نتیجہ۔

اب آپ اس پر غور کریں تو آپ کو سمجھ آئے گی کہ وہ تمام چیزیں جو انسانی نفس سے تعلق رکھتی ہیں، باہر سے نہیں آئیں۔ جو ہم یہ کہتے ہیں۔

"نعوذ بک من شرور انفسنا ومن سیئٰت اعمالنا"

(سنن ابن ماجه ،کتاب النکاح ،باب خطبة النکاح)

تو اس دعا میں یہی اندھیرے ہیں، یہی برائیاں ہیں جن سے بچنے کے لئے ہم خدا سے التجا کرتے ہیں کہ اے خدا! ہم تیری پناہ میں آتے ہیں۔ **من شرور انفسنا** ان شرور سے جو ہمارے اندر پھوٹ رہے ہیں اور ان برائیوں سے جو ہمارے اعمال سے پیدا ہوتی ہیں۔ تو دیکھیں بیرونی کوئی چیز نہیں ہے تمام اندھیرے اس آیت سے تعلق رکھنے والے اور اس سے پہلی آیت سے تعلق رکھنے والے نفس کے اندھیرے ہیں اور نفس کے اندھیرے روشنی کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں سب سے بڑی مصیبت یہ ہے جو نفس سے اٹھتی ہے وہ خوبصورت بن کے دکھائی دیتی ہے اور انسان پہچان نہیں سکتا کہ یہ ظلمت ہے یا روشنی ہے۔

قرآن کریم میں دنیا کی زندگی کا جو خلاصہ نکالا گیا ہے یہی ہے جس کے دائرے میں دنیا کی زندگی محدود ہے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ تمام دنیا میں جو قوموں کی ایک دوسرے سے برتری کی دوڑ ہو رہی ہے اقتصادی جنگیں ہیں یا سیاسی جنگیں ہیں یا اور معاشرتی مقابلے ہو رہے ہیں ان کا یہ آیت مکمل احاطہ کئے ہوئے ہے کچھ بھی اس سے باہر نہیں۔ پس اس زندگی میں جس کا ہم خصوصیت سے آج کل، اس زمانے میں مشاہدہ کر رہے ہیں اس سے بہتر خلاصہ نکالا جا ہی نہیں سکتا، ہو ہی نہیں سکتا، کوئی پہلو باقی نہیں چھوڑا۔ پہلا پہلو لَعِبٌ وَّلَهْوٌ کھیل کود اور دل بہلاوا جوں جوں یہ زمانہ ہلاکت کی طرف بڑھ رہا ہے لعب اور لہو کو زیادہ اہمیت ہوتی چلی جا رہی ہے اور زندگی کی اہم چیزوں کو نسبتاً کم اہمیت دی جا رہی ہے یہاں تک کہ اکثر دنیا کی امیر قوموں کا پیسہ زیادہ لہو ولعب پر خرچ ہو رہا ہے اور ایک معمولی حصہ ہے جو ان کی روزمرّہ کی زندگی کی ضرورتیں پوری کرنے پر خرچ ہوتا ہے۔ جو روزمرّہ کی زندگی کی ضرورتوں پر انسان خرچ کرتا ہے وہ تو بنیادی طور پر اتنا تھوڑا ہے کہ امیر قومیں اگر صرف اسی پہ راضی رہیں تو ان کو سمجھ نہ آئے کہ ہم اس دولت کو کہاں پھینکیں کیونکہ ایک ملک کے اکثر نہیں، تمام انسانوں کی تمام تر ضرورتیں جہاں تک امیر قوموں کا تعلق ہے ان کی کل

آمد کے سوویں حصے سے پوری ہوسکتی ہیں، باقی صرف عیاشی کے ذریعے ہیں عیش و عشرت کے سامان، مکانوں کی دوڑ ، جائیدادوں کی دوڑ۔ مگر پہلے لہو و لعب کی بات کرتے ہیں کھیل تماشہ، تھیٹر، سینما اور عیاشی کے اڈے یہ وہ جگہیں ہیں جہاں پر ملک کی اکثر دولت خرچ کر دی جاتی ہے اور اسی کے مقابلے کے نتیجے میں پھر اندھیروں کے بطن سے اور اندھیرے پیدا ہوتے ہیں، جرائم پھیلتے ہیں اور اکثر جرائم پھیلنے کی وجہ لہو ولعب کی تلاش اور ان کی جستجو ہے اور ان کا منبع، ان کے پیچھے چلنا ہے۔ اکثر آدمی غریب ہیں یعنی دنیا کے اکثر آدمی غریب ہیں امیر ملکوں میں غربت کا معیار بدل جائے گا مگر غریب وہاں بھی ہیں اور اکثر غریب ہی ہیں۔ انگلستان میں بھی اکثر غریب ہیں، امریکہ میں بھی اکثر غریب ہیں جرمنی میں بھی، کوئی دنیا کا ترقی یافتہ ایسا ملک نہیں جہاں آپ یہ کہہ سکیں کہ اکثر امیر ہیں تو اکثریت غریبوں کی ہے اور لہو ولعب کا معیار امیرانہ بن جاتا ہے۔ لہو ولعب میں غریبانہ لہو ولعب کوئی چیز ہی نہیں رہتی جو بھی لہو ولعب ہے وہ امیرانہ ٹھاٹھ ہیں اور وہ ٹیلی ویژن پر دکھائی جاتی ہے وہ اخبارات میں اشتہاروں کے طور پر دی جاتی ہے وہ ریڈیو پر سنائی جاتی ہے کبھی گانوں کی صورت میں، کبھی یہ بتا کر کہ یہ نئی قسم کا ایک البم نکلا ہے تو اس میں فلاں گانے والے حصہ لے رہے ہیں اس پر روپیہ خرچ کرو اور اسی طرح عیش و عشرت کے دوسرے سامان ہیں میوزک کا دلدادہ انسان کو بنا کر ایک قسم کی Drug Adiction پیدا کر دی جاتی ہے اور یہ تمام باتیں لہو ولعب سے تعلق رکھتی ہیں۔ اب دیکھیں پہلا عنوان خدا نے یہ لگایا ہے دنیا کی زندگی تو لہو ولعب ہے اور اگر لہو ولعب کی تم پیروی کرو گے تو تمہیں سوائے ناکامی، نامرادی اور بالآخر تکلیف اٹھانے کے اور کچھ میسر نہیں آسکتا کیونکہ لہو ولعب کی پیروی ہی خود کئی قسم کے جرائم پیدا کرتی ہے اور وہ لوگ جو غریب ہیں ان کا دل بھی تو چاہتا ہے کہ وہ بھی امریکہ کے ہالی وڈ کے طریقے پر ویسی ہی زندگی بسر کریں اور وہ میوزک خریدیں جو دوسرے امیر لوگ خریدتے ہیں ویسے وہ Deck خریدیں جن پر Three Dimensional اثر پیدا کرنے والی میوزک پیدا ہوتی ہے۔ وہ جب یہ چیزیں خرید نہیں سکتے تو پھر چاقو لے کر نکلتے ہیں یا رات کو کسی گھر کے دروازے توڑتے ہیں۔ انہوں نے پیسے تو حاصل کرنے ہیں کیونکہ لہو ولعب کے رسیا بن جاتے ہیں اور پھر لہو ولعب کا رسیا انسان دوسرے انسانوں کی ہمدردی سے دن بدن محروم ہوتا چلا جاتا ہے۔ جس کو لہو ولعب کی عادت پڑ جائے اس کی بلا سے کوئی غریب فاقے مر رہا ہے یا نہیں

مر رہا۔ اپنے ملک کے غریبوں کی اس کو ہوش نہیں رہتی کجا یہ کہ افریقہ کے غریبوں کی فکر کرے یا اور دوسرے دنیا کے فاقہ کشوں کی فکر اس کو لاحق ہو جائے پس سوال ہی اس کا پیدا نہیں ہوتا۔ اپنے گھر کے، اپنے بھائی اور بہن کی ضرورتوں کی فکر سے بھی وہ مستغنی اور آزاد ہو جاتا ہے۔ لہو ولعب کا رسیا تو بعض دفعہ اپنے بچوں کی فکروں سے بھی آزاد ہو جاتا ہے صرف اپنی فکر لگی رہتی ہے۔ چنانچہ کئی دفعہ بعض خواتین کے ایسے معاملات سامنے آتے ہیں کہ خاوند نے جتنا بھی کمایا وہ اپنے عیش و عشرت پر خرچ کرتا ہے اتنا تھوڑا بیوی بچوں کے لئے بچاتا ہے کہ اس سے ان کی بمشکل روزمرّہ کی ضرورتیں بھی پوری نہیں ہوتیں۔ وہ غریبانہ زندگی بسر کرتے ہیں جب کہ باپ ٹھاٹھ سے رہ رہا ہے۔ ماں سارا دن محنت کرتی ہے اور مرتی ہے گھر میں اور خاوند آتا ہے اور اپنے حکم جتا کر اور کچھ سختیوں کے احکامات دے کر کچھ تھوڑے سے پیسے پکڑائے اور باہر جا کر ہوٹلوں میں کھانا کھاتا، اپنے دوستوں کے ساتھ عیش و عشرت کرتا یا اور لہو ولعب کے سامان ڈھونڈتا پھرتا ہے۔

تو لہو ولعب ایک بہت ہی اہم چیز ہے جس کا انسانی زندگی کے سدھارنے یا بگاڑنے سے گہرا تعلق ہے اور یہ اندھیرا نفس سے پیدا ہوتا ہے جہاں انسان سمجھتا ہے کہ میرے اس میں مزے ہیں اور لہو ولعب ایسی چیز ہے جو عمر کے ساتھ ساتھ از خود دور ہونے لگتی ہے یعنی لہو ولعب کی تمنا از خود ڈھلنے لگتی ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک انسان اس دور کو نہ پہنچے سوائے اس کے کہ جوانی میں مر جائے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ایسے بڈھے ملیں گے جن کی گناہوں کی حسرتیں پوری ہی نہیں ہوئیں اور گناہوں کی طاقتیں ختم ہوگئیں۔ چلنے پھرنے کی طاقت باقی نہیں رہی، جوڑ جوڑ دکھنے لگے لیکن گناہوں کی حرص مٹی نہیں۔ غالب نے جس طرح کہا ہے کہ:

دریائے معاصی، تنک آبی سے ہوا خشک
میرا سرِ دامن بھی، ابھی تر نہ ہوا تھا (دیوان غالب: 83)

عجیب حال ہے میرا گناہوں کا دریا تو اپنے جوش و خروش میں اور لہریں مار مار کے اس تیزی سے بہہ گیا کہ اب وہ خالی برتن رہ گیا ہے دریا کا اس میں کچھ بھی نہیں رہا سب پانی بہہ گیا اور:

میرا سر دامن بھی، ابھی تر نہ ہوا تھا

میرے تو دامن کا کنارہ بھی ابھی پوری طرح نہیں بھیگا تھا جو میری گناہوں کی حسرت ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے جتنا میں کر سکا ہوں یا کر سکتا ہوں اور بعینہٖ یہی انسانی زندگی کی صورت ہے۔

حقیقت میں ہر انسان پر سوائے اس کے کہ اللہ اسے بچالے یہی مضمون صادق آتا ہے۔ ہر انسان خواہ کتنا ہی گناہ گار ہو اس کے گناہوں کی حسرت اس کے گناہوں کی حد سے ہمیشہ آگے بھاگ رہی ہوتی ہے سو قدم آگے چلتی ہے اور تلاش جو ہے وہ پھر بھی جاری ہے پیاس پھر بھی باقی ہے۔ پس عملاً دیکھا جائے تو ہر قدم ہی وہ قدم ہے جہاں خدا تعالیٰ اس کا حساب چکانے کے لئے کھڑا ہے مگر جو اندھا ہو جو نفس کا اندھا ہو وہ بظاہر روشنی میں قدم اٹھا رہا ہے مگر وہ ہر چیز کی حقیقت جاننے سے عاری ہے۔ اس میں یہ صلاحیت ہی باقی نہیں رہتی کہ وہ دیکھے وہ کیا کر رہا ہے اور یہ صلاحیتیں انفرادی طور پہ بھی ظاہر ہو جاتی ہیں قومی طور پہ بھی ظاہر ہو جاتی ہیں۔ اب بسا اوقات مسائل سامنے آتے ہیں تو میں کہتی ہیں ہمارے ان مسائل کا کیا حل ہے، چوریوں کا کیا حل ہے، ڈاکوؤں کا کیا حل ہے اور وہ جو سکولوں میں داخل ہو رہے ہیں بچے اٹھتے ہیں بغاوت کرتے ہیں اور اپنے پرنسپل کو قتل کر دیتے ہیں اور کوئی پرسان حال نہیں دن بدن یہ باغیانہ رویہ بڑھتا چلا جا رہا ہے وہ یہ سوچتے نہیں کہ جو بنیادی وجوہات ہیں وہ فطرت کے اندر ہیں انسانی فطرت کے اندر ان کی تلاش کرو اور ان کا وہاں علاج کرو جہاں سے وہ سر اٹھا رہی ہیں اور قرآن کریم نے اس تجزیے میں ہر چیز کو کھول دیا ہے کہ تمہارے اندر جو لہو و لعب کی جو جاہلانہ، پاگلوں والی تمنا ہے وہ تمہیں لے ڈوبے گی اور بالآخر تمہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ دوڑو جتنا مرضی دوڑنا ہے۔ ایک مثال میں فرمایا پیاسے کی طرح تم سراب کی پیروی کر رہے ہو آگے پہنچو گے تو حسرت کے سوا تمہیں کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ یہ جو پاگل پن ہیں یہ بھی اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ لہو و لعب کی تمنا زیادہ ہو، اسے پانے کی توفیق کم ہو ہر وقت بے چینی میں ایک انسان جلتا رہے وہ نفسیاتی امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔

ابھی حال ہی میں جو سکاٹ لینڈ میں ایک نہایت دردناک واقعہ ہوا ہے ساری قوم یہ سوچ رہی ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ایک پاگل اتنے معصوم بچوں کو اٹھ کر ذبح کر دے اور قتل کرے۔ گولیوں سے بھون دے۔ چھوٹے چھوٹے معصوم بچے جن کے اوپر شاید کوئی جانور بھی حملہ نہ کرے، بسا اوقات جانور بھی چھوٹے بچوں کو چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ جو شکار کے مضمون پر مستند کتابیں ہیں وہ بتاتی

ہیں کہ شیر اگر بکری کا لیلا وہاں کھڑا رہ جائے اور باقی سارے دوڑنے والے جانور بھاگ چکے ہوں یا ہرن کا بچہ رہ جائے تو اس کھڑے بچے کو شیر کبھی کچھ نہیں کہے گا، بھوکا بھی ہو تو کچھ نہیں کہے گا۔ انسانی فطرت میں خدا تعالیٰ نے یہ بات رکھ دی ہے کہ جو معصوم بے سہارا ہو جس کو اپنے دفاع کی طاقت نہ ہو اس پر جانور بھی رحم کرتے ہیں لیکن اس بدبخت نے کوئی رحم نہیں کیا۔ یہ سوچ رہے ہیں کہ آخر کیا وجہ ہوئی ہے کیوں ایسا ہوا۔ آؤ ہم ان وجوہات کی تلاش کریں قانون بدلیں فلاں بات کریں فلاں بات کریں۔ مگر جو مرضی قانون بدلیں جب تک قرآن کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق فطرت میں اتر کر جائزہ نہیں لیں گے اس وقت تک ان کو کوئی سمجھ نہیں آئے گی۔ جس معاشرے میں عیش و عشرت کی طرف توجہ دلانے کے لئے تمام ذرائع اختیار کئے جا رہے ہوں اور عیش و عشرت سے منہ پھیرنے کے لئے کوئی ذریعہ اختیار نہ کیا جائے، جہاں کھلی دعوت ہو بے حیائی کی، جہاں لہو ولعب اس طرح پلیں اور پنپیں جیسے ماں کے دودھ پر بچہ پلتا ہے اس قوم میں محرومیاں تو لازمی ہوں گی۔ یہ ناممکن ہے کہ تمنائیں اونچی ہو جائیں اور حصول کی طاقتیں کم ہوں اور محرومیاں پیدا نہ ہوں۔ تمناؤں اور حسرتوں کا ایک طبعی تعلق ہے ایک چولی دامن کا ساتھ ہے۔ پس یہ حسرتیں ہیں جو پاگل کرتی ہیں لوگوں کو اور یہ حسرتیں کئی قسم کی ہیں۔ کئی ایسی حسرتیں ایسی ہیں جن کا اپنے بچپن کی حسرتوں سے تعلق ہے اور بچپن میں ایک انتقامی جذبہ پیدا ہوا ہے جو دب گیا ہے اُس وقت۔ جب وہ پاگل پن دوبارہ کودا ہے تو بچوں پر ظلم کی صورت میں وہ جذبہ اٹھا ہے اور اس نے وہ بہیمانہ ظلم کیا ہے جو جانور بھی نہیں کرتا۔ تو کہاں کہاں روکیں گے قانون سے، قانون کے ذریعے جرائم کو نہیں روکا جا سکتا قانون کے ذریعے اگر بڑھتے ہوئے، اونچے ہوتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی کوشش کریں گے تو بسا اوقات وہ دوسرے رستے نکال لے گا مگر سیلاب روکا نہیں جا سکتا، بند ٹوٹ جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ ایسا وقت بھی آیا یہاں کہ جب Drug کو روکنے کی ہر کوشش ناکام ہوگئی تو انہوں نے یہ آواز اٹھانی شروع کی کہ اب Drug کو جائز ہی قرار دے دو۔ جھگڑا ہی ختم کرو چنانچہ ایک بندھن ٹوٹتا ہے تو دوسرا بندھن آگے کھڑا کر دیا جاتا ہے وہ بھی ٹوٹ جاتا ہے تو پھر تیسرا۔ مگر جو سیلاب ہیں جو اندر سے قوت سے اٹھتے ہیں ان کو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی کیونکہ وہ قوانین قدرت کے تابع اٹھتے ہیں اور قوانین قدرت میں ان کی وجوہات تلاش کرو اور یہ قوانین قدرت کو سمجھنے کے بعد وہاں روک پیدا کرو جہاں ان کے اٹھنے کی جگہ

ہے تب ممکن ہوگا۔پس یہ وہ جگہ ہے جہاں اس واقعہ کا ذکر قرآن کریم میں ملتا ہے لہو ولعب یا لعب اور لہو، جب ساری سوسائٹی لعب اور لہو کی مریض بن جائے اس میں تو یہ چیزیں از خود ہوں گی کوئی روک سکتا ہی نہیں ہے۔اب لعب اور لہو جتنا آگے بڑھے گی اتنا ہی کئی قسم کے بھیانک جرم از خود ان کے پیٹ سے پھوٹیں گے۔بعض جگہ محض لعب ہے جو پاگل پن پیدا کر دیتی ہے،بعض جگہ لہو ہے جو پاگل پیدا کرتی ہے بعض جگہ دونوں مل کر پھر ایک دوسرے کے ساتھ کھیل کھیلتی ہیں اور عجیب وغریب نتیجے نکالتی ہیں۔

اب کرکٹ کا میچ ہوا ہے اور اس کا ایک بخار چڑھا ہوا ہے قوموں کو اور حیرت کی بات ہے لعب ہے صرف لہو نہیں ہے۔وہ اکیلی لعب ،کھیل اور وہ لوگ جن کا کوئی دور سے تعلق ہی نہیں ہے وہ دوسرے ملکوں میں بیٹھے خود کشیاں کررہے ہیں کہ ٹیم ہار گئی۔جنہوں نے کبھی کرکٹ کے بلّے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا ان کا حال یہ ہے کہ وہ Criticize کررہے ہیں کہ کیپٹن نے یہ غلطی کی۔آئیں سہی ہم اس کا سر پھوڑیں گے۔اب یہ کھیل ہے کہ پاگل پن ہے۔یہ وہی پاگل پن ہے جس کے اندھیرے کی طرف ذکر فرمایا ہے کہ لعب ولہو کو اگر تم نے کھلی چھٹی دے دی تو جان لو کہ متاع غرور کے سوا یہ کچھ بھی نہیں ہے تم نے ایک دھوکے کی بات کھڑی کرلی ہے تمہارے نفس نے دھوکے کے مزے پیدا کر لئے ہیں ان میں کچھ بھی حقیقت نہیں ہے۔

اب پاکستان جیسا ملک جہاں اسلامی معاشرہ اور اسلامی اقدار کی باتیں ہورہی ہیں ایک صاحب اٹھے جب پاکستان ہارا ہے تو پہلے ٹیلیویژن کو اپنی گولیوں سے بھون دیا پھر خود کشی کرلی خود گولیاں مار کے۔پیچھے اس کے بیوی بچے یا جو بھی عزیز تھے ان کو کس قدر دردناک تکلیف میں مبتلا کر گیا اور قوم کا منہ کالا کر گیا لیکن لعب بھی جب سر پہ سوار ہو جائے تو جنون بن جاتی ہے اور جنون ہی اندھیرا ہے بالکل پاگل کر دیتی ہے مخبوط الحواس کر دیتی ہے۔کھیلوں کی لڑائیوں میں بڑے قتل ہوئے ہیں ہندوستان میں بھی اب۔اس بناء پر کہ ہندوستان کو سری لنکا نے ہرا دیا سری لنکا کی ایمبیسی پر حملہ ہو گیا۔اگر حملہ کرنا ہے تو اپنے فارن آفس پر یا اپنے ہوم آفس پہ حملہ کرو تم ہارے ہو۔سری لنکا کا کیا قصور ہے جس نے تمہیں ہرایا ہے۔قصور تمہارا ہے تم ہارے ہو لیکن انہوں نے ایک دوسرے کو بھی کاٹا ہے کئی قتل ہوئے ہیں اس غصّے میں آکے اور پاکستان میں ایک نانی نے اپنے نواسے کی ٹانگ توڑ دی

غصّے میں۔ یہ اندھیرے ہیں اور دکھائی روشنی دے رہی ہے۔ دن دہاڑے کرکٹ کے میچ دیکھے جارہے ہیں، آگیں لگ رہی ہیں، قتل عام ہورہے ہیں، گندی گالیاں دی جارہی ہیں، اب ہمارے ملک میں بھی پاگل پن، انڈیا میں بھی پاگل پن دونوں جگہ پاگل پن لیکن لعب کا پاگل پن ہے۔ پاکستان میں یہ پاگل پن کہ اپنے کھلاڑیوں کو گالیاں دے رہے ہیں کہ آؤ تو سہی ہم تمہاری ٹانگیں توڑیں گے، تمہیں قتل کردیں گے، تم کیوں ہارے ہو اور جھوٹے الزام سراسر کہ تم پیسے لے کے ہار گئے ہو۔ یہ الزام اب دیکھیں ایک اندھیرے کی پیداوار ہے اور ایک اندھیرا ہے۔ جس قوم میں رشوت ستانی عام ہو جس قوم میں بِک جانا عام بات ہو جس قوم کے ممبرز آف پارلیمنٹ کے متعلق اس گروہ کے آدمی بھی دوسرے گروہ کے آدمی بھی جو خود ممبر پارلیمنٹ ہیں اخباروں میں کھلم کھلا بیان دیں کہ یہ سارے بکاؤ ہیں، ہارس ٹریڈنگ ہورہی ہے۔ ہماری ڈیماکریسی اور ہارس ٹریڈنگ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ یعنی گھوڑوں کی منڈی ہے جو زیادہ پیسے دے آکے وہ گھوڑا خرید کے لے جائے یہ حال ہو جہاں، وہاں اپنے کھلاڑیوں بے چاروں پہ انہوں نے کون سا احسان کرنا تھا۔ ساری عمر انہوں نے محنتیں کیں، تکلیفیں اٹھائیں، ورزشیں کیں، ڈسپلن کئے، بال پکڑ پکڑ کے ہاتھ کی انگلیاں توڑیں اور آخر پہ ان کو بدلہ یہ ملا ہے کہ تم ضرور پیسے کھا گئے ہو جو ہار گئے۔ اس پر بعض کھلاڑیوں نے استعفے دے دیئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہماری توبہ۔ جواب ہم کبھی اپنی قوم کے لئے کھیل گئے۔ اور لعب کو آپ کچھ سمجھتے ہی نہیں قرآن کریم کہہ رہا ہے بہت بڑی چیز ہے جو قوم لعب کی غلام بن جائے گی وہی پاگل ہو جائے گی۔ وہ بھی اندھیرے پیدا کرے گی اور جو قوم لہو کی غلام ہو جائے گی وہ تو اور بھی زیادہ پاگل ہو جاتی ہے اور یہ دونوں چیزیں اگر اکٹھی ہو جائیں تو ساری قوم کا دماغ بالکل مختل ہو جاتا ہے وہ اندھیروں میں مبتلا ہوتی ہے جو اس کے نفس سے اٹھ رہے ہیں۔ اب یہ دیکھیں یہ مضمون کس طرح سب دنیا کے اوپر کس صفائی کے ساتھ پورا آرہا ہے مگر دیکھا اس لئے نہیں جاتا کہ نفس کا اندھیرا ہے اور نظر ہی نہیں آتا۔ اپنا نفس انسان کو دکھائی نہیں دیتا یہ بھی بڑی مصیبت ہے اور اس کے اندھیرا کھلانے میں ایک یہ بھی حکمت ہے اپنا قصور نظر نہیں آرہا اپنی آنکھ کا تنکا بھی دکھائی نہیں دیتا جبکہ دوسرے کی آنکھ کا تنکا شہتیر بن کے دکھائی دے رہا ہے اور ''اپنی آنکھ کا شہتیر''۔ غلط کہہ گیا اس لئے دماغ میں شہتیر نہیں آتا کہ آنکھ میں شہتیر آ ہی نہیں سکتا۔ مگر محاورے میں ہے بہر حال، تو تنکا دماغ میں آیا مگر بہر حال محاورہ

یہ ہے کہ اپنی آنکھ کا شہتیر بھی دکھائی نہیں دیتا دوسرے کی آنکھ کا تنکا بھی دکھائی دے دیتا ہے۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی اندھیرے ہیں جو نفس کے اندر سے پیدا ہوتے ہیں اور تہہ بہ تہہ اندھیرے ہیں جن کی تقسیم اگر کی جائے تو ایک قسم یہ ہے لعب اور لہو کی۔

تو جہاں قرآن کریم نے اندھیرے بیان فرمائے وہاں ایسے بھی اندھیرے بیان فرمائے جو تمہیں روشنی دکھائی دیتے ہیں بظاہر ان میں کوئی بھی اندھیرے کا پہلو دکھائی نہیں دیتا۔ بچے بھی کھیلتے ہیں بڑے بھی کھیلتے ہیں اور امر واقعہ یہ ہے کہ اس میں آنکھ کوئی اندھیرا نہیں دیکھتی۔ لیکن قرآن توجہ دلا رہا ہے کہ جہاں بھی تم نے توازن کھو دیا وہاں یہی طبعی حالتیں اندھیروں میں تبدیل ہو جایا کرتی ہیں اس لئے ان اندھیروں سے بچو جو تمہیں اندھیرے دکھائی دیں گے۔ ایک بچہ کھیلتا بھی ہے پڑھتا بھی ہے اس کی اس حالت کو اندھیرا نہیں کہا جا سکتا۔ اس کا کھیلنا اس کی پڑھائی کو طاقت بخشتا ہے اور اس کی صحت کو بحال رکھتا ہے اور بسا اوقات وہ دونوں میدانوں میں کامیابی حاصل کرتا ہے اور زیادہ تسکین پاتا ہے۔ ایک بچہ ہے جو پڑھائی کی قربانی دے کر کھیل میں وقت ضائع کر دیتا ہے۔ ایک بڑا ہے جو عیش و عشرت کی خاطر اپنی زندگی کے فرائض سے منہ پھیر لیتا ہے۔ اب ان دونوں قسموں کی مثالیں دراصل اندھیروں میں پلنے والوں کی سی ہیں مگر اگر دنیا کی لذّتیں اس حد تک رکھی جائیں جس حد تک فرائض پر اثر انداز نہ ہوں تو اس صورت میں اس بچے کی طرح جو کھیلتا بھی ہے اور پڑھتا بھی ہے ایک انسان جائز حد تک اپنی خواہشات کو بھی پورا کر لے جو طبعی ہیں مگر خدا تعالیٰ کے فرمان کی حدود کو نہ پھلانگے تو یہی دو چیزیں جو ایک جگہ ہلاکت کا موجب بنتی ہیں ایک جگہ مغفرت اور رضا کا موجب بن جاتی ہیں۔

متناسب کھیل، متناسب پڑھائی اور دونوں کے درمیان توازن رکھنا دنیا کی نعمتیں بھی عطا کرتا ہے اور دین کی نعمتیں بھی عطا کرتا ہے اگر انسان دین دار ہو، تو کھیل کی کامیابیاں بھی بخشتا ہے اور علم کی کامیابیاں بھی بخشتا ہے۔ تو مغفرت اور رضا کا یہ تعلق ہے ان باتوں سے کہ لعب تو وہی رہے گی لہو بھی وہی ہوگی لیکن کسی حد تک اگر خدا کی رضا کے تابع تم لعب سے بھی تعلق رکھو گے اور لہو سے بھی تعلق رکھو گے تو وہ بدی والی لہو نہیں رہے گی، وہ بدی والی لعب نہیں رہے گی۔ چنانچہ قرآن کریم نے انسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے، ہر خواہش کو پورا کرنے کے لئے ایک جائز طریق بھی بیان

فرما دیا ہے۔اس جائز طریق کی حدود میں رہ کر وہ باتیں جو دوسری طرح لہو دکھائی دیں گی وہاں لہو نہیں رہتیں۔میاں بیوی کے تعلقات ہیں، دوسرے اور ایسے سیر گاہوں پہ جانا ہے، تفریحات سے استفادہ کرنا ہے، کھیلنا ہے، یہ سب چیزیں وہی ہیں جن کا انسانی فطرت کے طبعی تقاضوں سے تعلق ہے اور خدا تعالیٰ نے ہر جگہ ان کی محدود اجازت دے کر یہ نہیں فرمایا کہ تمہیں ہم نے یہ طاقت بخشی تو ہے مگر اس طاقت سے فائدہ نہیں اٹھانا، فرمایا طاقت تو بخشی ہے مگر اس حد تک فائدہ اٹھانا ہے اس سے آگے نہیں جانا۔یہ بات لوگ بھول جاتے ہیں کہ جس حد تک خدا نے فائدے کی اجازت فرمائی ہے لذّت وہیں ختم ہو جاتی ہے، پوری لذّت زیادہ سے زیادہ وہیں تسکین پاتی ہے اس سے آگے بڑھیں تو پھر وہی لذّت اور وہی تسکین تکلیف کا سامان بن جاتی ہے۔مثلاً کھانے کے متعلق فرمایا کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (الاعراف:32) کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرنا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کھانا کھانے کا صحیح طریق یہ ہے کہ ابھی بھوک ہو تو ہاتھ کھینچ لو۔اب لذّت ایسے شخص کو بھی ملتی ہے مگر ایسے شخص کی لذّت نقصان سے پاک ہے۔اس لذّت کے بعد کوئی بدی اس کی لذّت میں رخنہ نہیں ڈالتی۔مگر وہ شخص جو ہاتھ نہیں کھینچتا وہ سمجھتا ہے میں زیادہ لذّت اٹھا رہا ہوں۔وہ کھاتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ پیٹ تن جاتا ہے اور اس وقت جبکہ جس نے ہاتھ کھینچ لیا تھا وہ آرام کی نیند سویا ہوا ہے، مزے لے رہا ہے، کھانے کا مزہ بھی باقی ہے، اس کے بعد جو غنودگی ہے اس نے بھی لطف دیا ایک سایہ تسکین کا پیدا ہوا اور کوئی تکلیف نہیں اور جو لگتا تھا کہ بھوک رہ گئی ہے بھوک خود بخود مٹ جاتی ہے کیونکہ اس بات کو ڈاکٹر جانتے ہیں کہ انسان جب بھوک مٹائے تو اصل میں ضرورت سے زیادہ کھا چکا ہوتا ہے ابھی بھوک کچھ باقی ہو اور چھوڑ دے تو تھوڑی دیر میں ہی وہ کھانا میٹھے میں تبدیل ہو کر خون میں گھلنے لگتا ہے تو بھوک مٹا دیتا ہے اور جتنا کھانا وہ بھوک مٹانے کے لئے کافی ہے وہ بھوک مٹنے سے پہلے کافی ہوتا ہے۔جب مٹتی ہے بھوک اس وقت ضرورت سے زیادہ کھایا جاتا ہے تو دیکھیں جو قرآن کریم نے فرمایا اور حدیث نے جس پر روشنی ڈالی وہی مضمون ہے جس میں تسکین بھی ہے اور لذّت بھی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ آپ کو لذّتوں سے محروم نہیں کرتا۔یہ فرماتا ہے کہ اگر ہمارے کہنے میں آؤ ہماری ہدایت کے مطابق لذّتوں کی پیروی کرو تو ان میں کوئی بھی نقصان کا پہلو نہیں ہوگا۔کوئی حسرتیں اس کے بعد تمہارا دامن نہیں پکڑیں گی۔اگر تم خود بخود بھاگے پھرو گے تو لذّت ایک حد کے بعد حاصل ہونا

ایسے ہی بند ہو جاتی ہے۔ جو لوگ بھوک کے ساتھ کھانا کھانے کا مزہ جانتے ہیں ان کو پتہ ہے جوں جوں بھوک مٹنے کے قریب پہنچ رہے ہوتے ہیں وہی کھانا جو پہلے بہت مزیدار لگ رہا تھا آہستہ آہستہ کم مزیدار ہوتا چلا جاتا ہے اور آخری لقمے جو وہ لوگ زبردستی زہر مار کرتے ہیں۔ ان میں مزہ وزہ کوئی خاص نہیں ہوتا صرف ایک لالچ ہی ہے۔ بھوک ہی میں مزہ ہے طلب میں مزہ ہے طلب نہ رہے تو مزہ بھی مٹ جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے طلب بھی پیدا فرمائی ہے اور مزے لوٹنے کا Scientific طریق بھی بیان فرمایا ہے۔ فرمایا اس کی حد کے اندر رہنا ورنہ نہ مزہ رہے گا نہ تسکین رہے گی اور مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد جو اس کے عوارض ہیں وہ جھیلتے جھیلتے عمر کٹ جائے گی۔ چنانچہ جتنے بھی عیاشی کے ذریعے ہیں ان سب سے عوارض کا تعلق ہے، جو ویسے گناہ نہیں کرتا مگر کھانے میں بے اعتدالیاں کرتے ہیں ان کے اپنے عوارض کا اک پورا سیٹ ہے۔ ایک فہرست میں بیان کئے جا سکتے ہیں کہ یہ کھاؤ پیئو لوگوں کے عوارض ہیں اور وہ تھوڑی سی زندگی عیش کر گئے، باقی زندگی کھانا سامنے ہے دکھائی دے رہا ہے کھایا ہی نہیں جاتا۔ کسی کو شوگر لگ گئی ہے کسی کو اور مصیبت واقع ہوگئی آنکھوں کے سامنے ہے اور کچھ نہیں حاصل کر سکتے کہ نہیں چلو جی منہ میں طاقت نہیں ہے۔ کہتے ہیں ہم تو دودھ پینے سے بھی گئے۔ ہم تو روٹی چکھنے سے بھی محروم ہو گئے تو پہلے حرکتیں کیوں کی تھیں۔ تو جتنی لذّت مقدر ہے اس سے آپ ویسے بھی نہیں بچ سکتے جو مرضی کر لیں۔ پنجابی میں خوب کہا ہے کہ اس کے ''دانے مُک گئے'' وہ پنجابی محاورہ ہے وہ ختم ہو گیا ہے اس کے دانے مک گئے ہر انسان کے دانے مقرر ہیں اس سے زیادہ کھا ہی نہیں سکتا جو جلدی کھالے گا اس کی باقی عمر کم کھانے پہ مجبور کرے گی اس کو اور زیادہ توفیق ہی نہیں ہوگی تو یہ بھی بے وقوفوں والی بات ہے کہ ہم بے پناہ، بے حد لذّت حاصل کر سکتے ہیں ہم تو محض مجبور لوگ ہیں جتنے خدا نے تقدیر میں مزے لکھے ہیں اس سے آگے بڑھ ہی نہیں سکتے۔ جب بڑھیں گے تو اول تو وہ مزے کرکرے سے ہوں گے اور دوسرے وہ سزا دیں گے پھر۔ پھر چوری کے مزے ہوں گے اور چوری کی سزا ملے گی۔ ڈاکے کے مزے ہوں گے تو ڈاکے کی سزا ملے گی۔ پس ہر قسم کے گناہ گار اپنے گناہوں کی شامت اعمال اس دنیا میں بھی دیکھ لیتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ کھیتیاں ان کے سامنے زرد ہو جاتی ہیں ان میں کچھ بھی باقی نہیں رہتا اور حسرتیں باقی رہ جاتی ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ کچھ حاصل ہو مگر کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کی بجائے وہ

کیوں نہیں کرتے کہ جس کے نتیجے میں مزے بھی زیادہ اور پھر مغفرت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کا مضمون اس تھوڑی سی بھوک سے تعلق رکھتا ہے جو آپ نے خدا کے حکم کے تابع برداشت کی اور آپ سمجھتے ہیں کہ بھوک برداشت ہوئی فوراً پتہ چل گیا اس کے بعد کہ یہ تو یونہی دھوکہ تھا۔ اصل میں تو کچھ بھی نہیں تھا مجھے تو جتنا کھانا تھا سب مل گیا ہے مزہ بھی پورا ہو گیا ہے بعد کی تسکین بھی مل گئی لیکن وہ تھوڑا سا ٹکڑا ایک آزمائش کا ہلکا سا دور، چونکہ رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں اختیار کیا گیا، طوعی طور پر اختیار کیا گیا تو اس کے نتیجے میں پھر لامتناہی مغفرت کا مضمون ہے جو آئندہ دنیا میں پیش آئے گا پھر مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ تو بدیوں کو چھوڑنا اور نیکیوں کی حدود میں محدود رہنا بظاہر ایک قربانی ہے اور بظاہر حد بندی ہے لیکن اگر اس میں رہنے کی عادت ڈالو پھر آنکھیں کھلتی ہیں اور سمجھ آتی ہے کہ کتنی مصیبتوں سے نجات ملی ہے اور نفس کے اندھیرے سے بڑا اور کوئی اندھیرا نہیں کیونکہ انسان سمجھ رہا ہوتا ہے کہ مجھے اس میں فائدہ ہے اور فائدہ وائدہ کچھ نہیں۔

دوسرا پہلو بیان یہ فرما رہے ہیں وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ زینت اور تفاخر کا جو مزہ ہے اس کے مقابل پر محض ایک تصور ہے اور ٹھوس چیز نہیں ہے۔ کھیل بھی ایک ٹھوس چیز ہے جس کا بدن سے تعلق ہے انسان کچھ لذّت پاتا بھی ہے پھر کچھ نہیں بھی پاتا۔ لہو کا بھی یہی حال ہے کچھ لذّت تو پاتا ہے پھر بعد میں کچھ محروم بھی ہو جاتے ہیں بعد میں وہی لذّت سزا بھی بن جاتی ہے۔ مگر زینت جو ہے وہ صرف دکھاوا ہے یعنی وہ زینت مراد نہیں جس کو قرآن کریم زینت قرار دے رہا ہے۔ یہاں منفی معنوں میں زینت کا ذکر پہلے آئے گا جس کو ہم اندھیرا کہتے ہیں وہ زینت ہے کہ صرف دکھاوے کا ہی شوق ہے اور یہ زینت بھی اپنے اندر بڑے اندھیرے رکھتی ہے کیونکہ اس زینت کے ساتھ تفاخر بھی وابستہ ہے۔ بعض زینتیں ہیں جو انسان کی اپنی ذات سے وابستہ ہیں۔ ایک انسان کو اچھا پہننے کا شوق ہے، خوبصورت بننے کا شوق ہے وہ اچھے کپڑوں پر خرچ کردے گا اور کچھ کریمیں لگائے گا، چاہے رنگ سفید ہو یا نہ ہو مگر کوشش تو ضرور کرے گا کہ کچھ رنگ میں، سیاہی میں کمی واقع ہو جائے گی۔ یہ جو کوششیں ہیں زینت کی یہ نسبتاً معصوم ہیں۔ اپنی ذات میں بے چارہ کرتا رہتا ہے کسی کو اچھا لگے نہ لگے کم سے کم اپنے آپ کو تو اچھا لگتا ہے مگر جو تفاخر ہے وہ اسی کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اور اصل ہلاکت جو ہے وہ تفاخر میں ہے۔

تفاخر کا مطلب یہ ہے کہ زینت اس غرض سے کی جائے کہ دنیا کو دکھایا جائے اور اپنے بھائیوں کو یا بہنوں کو نیچا دکھایا جائے۔ دنیا کو یہ بتایا جائے کہ ہم زیادہ رکھتے ہیں اور دل میں یہ شوق ہو کہ ہمارا بھائی یا ہماری بہن ہم سے نیچے اور چھوٹے دکھائی دیں اور اس مقابلے کا مزہ ہم دیکھیں کہ ہم اونچے ہو گئے۔ یہ زینت کے پاگلوں والے شوق کا طبعی نتیجہ ہے ورنہ انبیاءؑ بھی زینت کا خیال رکھتے ہیں اور قرآن کریم فرماتا ہے قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ (الاعراف:33) کون ہے جس نے اللہ کی زینت کو حرام کر دیا ہے وہ زینتیں یا وہ طیبات جو رزق سے پیدا کیے گئے ہیں۔ کون ہے جس نے حرام کیا ہے۔ یہ تو خدا نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں اور دوسروں کے لئے بھی وہ فائدہ اٹھاتے ہیں مگر آخرت میں ان زینتوں سے، ان طیبات سے دوسرے محروم رہ جائیں گے اور خدا کے نیک بندے یہاں بھی فائدہ اٹھائیں گے وہاں بھی فائدہ اٹھائیں گے۔

تو زینت کی بھی دو قسمیں ہیں جیسے لَعِبٌ وَّلَهْوٌ کے متعلق میں نے بیان کیا ہے ان کی بھی دو قسمیں ہیں زینت میں ایک زینت ہے جو انسان اس لئے اختیار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صفائی کو پسند فرماتا ہے، نزاکت کو پسند فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے صاف ستھرے، اچھے ہو کر نکلیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ بھی اپنی زینت کا خیال رکھتے تھے اس زینت میں کوئی اندھیرا نہیں ہے کیونکہ یہ نفس سے نہیں پیدا ہوئی یہ تعلق باللہ سے پیدا ہوئی ہے۔ یہ خدا کی رضا کے تابع رہنے کے نتیجے میں اس طرف دیکھنے کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے اور زینت کا دیکھنے سے تعلق ضرور ہے ورنہ اپنی ذات میں زینت کوئی چیز نہیں۔ اندھیرے میں بیٹھا ہوا کسی کی بلا سے، وہ اچھا دکھائی دے رہا ہے یا برا دکھائی دے رہا ہے، دکھائی ہی نہیں دے رہا اس کو اس سے کیا غرض۔ عورتیں جو گھر میں بیٹھی ہوتی ہیں پتا نہیں ہوتا کہ کوئی آئے گا تو اپنے حال میں اسی طرح رہتی ہیں گندی، یعنی سب نہیں بعض، کوئی اچانک مہمان آجائے پھر دیکھیں کس طرح دوڑتی ہیں وہ چادر ڈھونڈنے کیلئے غسل خانے میں جائیں گی وہ منہ پہ چھینٹے ماریں گی صاف ستھری ہو کر نکلنے کی کوشش کریں گی تو زینت کا دیکھنے سے تعلق ہے۔ خدا کے پاک بندے انبیاءؑ بھی زینت کرتے ہیں مگر اللہ دیکھ رہا ہے اس لئے زینت کرتے ہیں اور اسی لئے اصل زینت تقویٰ بن گئی۔ فرمایا خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ

كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف:32) ہر مسجد میں اپنی زینت لے کے جایا کرو اور زینت کی تعریف اس آیت میں دراصل تقویٰ کی تعریف ہے تو زینت کا تعلق ظاہری زینت سے بھی ہے وہ بھی خدا کی خاطر ہوسکتی ہے، باطنی زینت سے بھی ہے وہ بھی خدا کی خاطر ہوسکتی ہیں اور یہاں زینت حرام نہیں بلکہ مغفرت اور رضا کا نتیجہ پیدا کرنے والی زینت ہے لیکن وہ زینت جس کا دنیا کی آنکھ سے تعلق ہے وہ بھی دیکھنے کے نتیجہ میں پیدا ہوگی اگر وہ پیدا ہوگی تو ضرور تفاخر میں تبدیل ہوگی اور جو تقویٰ کی سچی زینت ہے وہ تفاخر میں تبدیل نہیں ہوسکتی اس کے قدم وہیں رک جاتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان غیر معمولی انعامات کا ذکر فرمایا جو آپؐ کی زینت تقوی کے نتیجے میں آپؐ کو حاصل ہوئے اور ہر بار جب ایک انعام کا ذکر فرماتے تھے تو فرماتے تھے و لا فخر ، و لا فخر۔ مجھے خدا نے تم سب پر فضیلت دے دی ہے تمام انبیاءؑ پر فضیلت دے دی ہے اولین پر دے دی ہے آخرین پر دے دی ہے و لا فخر کوئی فخر نہیں اس کے باوجود میں تم سے بڑا بننے کی تمنا ہی نہیں رکھتا نہ اس بات کو بیان کر کے تمہارے دل جلانا چاہتا ہوں۔ یہاں تک کہ یونسؑ ابن متی پر بھی جب کسی اُن کے ماننے والے نے آنحضرت ﷺ کے فضیلت دیئے جانے کو پسند نہیں کیا تو رسول اللہ ﷺ نے صحابیؓ کو روک دیا جس نے یہ کہا تھا۔ ایک صحابیؓ نے یونسؑ ابن متی کے مرید اُن کے ماننے والوں پر رسول اللہ ﷺ کی فضیلت کا ذکر فرمایا کہ تمہارے نبی سے ہمارا نبی زیادہ افضل ہے۔ اس کو تکلیف پہنچی۔ یہ جھگڑا جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپؐ نے فرمایا لاتفضلو نبی علی یونس ابن متی۔

مجھے یونسؑ ابن متی پر کوئی فضیلت نہ دو۔ یہ مراد نہیں ہے کہ مجھے فضیلت نہیں ہے۔ فضیلت تو اللہ نے دے دی ہے۔ خود ذکر بھی فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں و لا فخر پس اس حدیث کا حل لا فخر کے اندر ہے کہ مجھے فخر کی عادت نہیں ہے۔ فخر سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہے اور مومن کی زینت کا دوسروں سے تکلیف پہنچانے سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ پس تم مجھے فضیلت نہ دو وہاں جہاں یہ فخر کے طور پر دوسروں کو تکلیف دے رہی ہو اور اگر گہری نظر سے مطالعہ کریں تو جب قومیں آپس میں اپنے اپنے انبیاءؑ کے مقابلے کرتی ہیں تو بنیادی طور پر فخر کی خواہش ہی ہے جو ان مقابلوں پر ان کو آمادہ کرتی ہے محض اپنے رسولؐ کی محبت نہیں ہوتی۔ بسا اوقات دوسرے کو نیچا دکھانا ہے یہ مضمون ہے جس کے نتیجے میں اپنوں کا ذکر مبالغہ آمیزی کے ساتھ اور دوسروں کی خوبیوں کو گھٹا کے

دکھایا جاتا ہے۔

پس زینت کا بھی تفاخر سے تعلق ہے اور وہ زینت جو دنیا کی زینت ہے اس کے پیٹ سے ضرور تفاخر کا بچہ پیدا ہوگا۔ اگر وہ ہوگا تو بڑی بڑی جہالتیں اس سے پیدا ہوں گی۔ اب لہو ولعب میں بھی ایک تفاخر ہے روزمرہ کی زندگی کے ایسے کاموں میں جن کا ہر انسان سے تعلق ہے ان میں بھی تفاخر بے وجہ آ کر زندگی کو کرکرا کر دیتا ہے۔ آپ دیکھیں ہمارے زمینداروں میں شادی کے موقع پر جو دکھاوے کا شوق ہے کتنی مصیبتیں ہیں اس کے نتیجے میں، کتنے گھر برباد ہوتے ہیں اور اتنے اس کے بد اثرات ہیں ہر طرف کہ بعض دفعہ وہ اس بیٹی کا پیچھا ہی نہیں چھوڑتے جس کو بیاہا جاتا ہے۔ اگر اس کے ماں باپ نے جہیز اتنا نہیں دیا جو خاوند کے گھر والوں کی توقع تھی تو وہ صرف یہ نہیں کہتے کہ ہمیں جہیز کیوں کم دیا ہے وہ کہتے ہیں ہماری ناک کٹوا دی۔ ہم ایسی گھر میں بیاہ کے لائے یہ فقیرنی کچھ بھی اس کے پاس نہیں تھا، جہیز کیا ساتھ آیا تھا جو ہماری عزت سوسائٹی میں ہوتی اور جو اس ڈر کے مارے پھر بیٹیوں کو دیتے ہیں وہ اپنی عزتوں کی ناک کاٹ کر دیتے ہیں منتیں کرتے ہیں، قرضے مانگتے ہیں ایسے قرضے لے لیتے ہیں جو واپس کر ہی نہیں سکتے اور ساری عمران قرضوں کے بوجھ کے نیچے خود بھی دبتے ہیں اور اپنی عزتیں بھی برباد کراتے ہیں۔ قرض خواہ تو پھر کوئی عزت نہیں کرتا کسی کی۔ عدالتوں میں گھسیٹے جاتے ہیں گھروں کی قرقیاں بھی ہو جاتی ہیں بعض لوگوں کی، مگر تفاخر کے نتیجہ میں جو اخراجات ہیں وہ تمام تر وہ ہیں جو بنیادی ضرورتوں سے بالکل بے تعلق ہیں مگر اس کا نمبر دوسرا ہے۔ پہلا جو تعلق ہے لعب ولہو ان کا ایک حصہ بنیادی ضرورتوں میں داخل ہے مگر تفاخر جو ہے اس کا کوئی جواز نہیں۔ تفاخر کی خاطر قرض اٹھانے، تفاخر کی خاطر اپنی حیثیت سے بڑھ کر چھلانگ لگانا یہ ایک ایسی مصیبت ہے جو انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتی اور اس کے نتیجے میں گناہ بھی پیدا ہوتے ہیں اور معاشرہ دکھوں سے بھر جاتا ہے۔ ایسے خاندانوں کے جھگڑے، لڑائیاں، آگے ساس بہو کی آپس کی ایک دوسرے سے بد زبانیاں یہی نہیں بہت سے ایسے مسائل ہیں جو سوسائٹی کو تکلیف پہنچاتے ہیں اور یہ نفس کے اندھیرے ہیں باہر سے کہیں سے نہیں آئے۔

تیسرا جو ہے ذکر وہ فرمایا ہے۔ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ لیکن چونکہ اب وقت ختم ہو گیا ہے میں انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ خطبے میں یہاں سے پھر مضمون کو لوں گا۔ ابھی بہت سا ایسا

مضمون ہے جس کا اندھیروں سے تعلق ہے اب ان کی نشاندہی کر کے آپ کو دکھانا ہے کہ یہ یہ اندھیرے ہیں جب تک یہ رہیں گے نور داخل نہیں ہوگا اور ہر اندھیرے سے تعلق رکھنے والا ایک متقابل نور ہے وہ بدبخت اندھیرا دل سے نکالیں گے تو پھر نور وہاں قدم رکھے گا اور پھر جب قدم رکھے گا حقیقت میں اور وہ اندھیرا نہیں رہا ہوگا تو پھر وہ نور نہیں مٹ سکتا۔ میں نے آپ سے یہ بھی بات کی تھی کہ جب نور طاقتور ہے تو اس کے آنے کے بعد اندھیرے واپس کیوں آتے ہیں وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات انسان کا ابھی اندھیرا نہیں مٹا ہوتا تو اللہ اپنی رحمت سے کچھ نور کا حصہ مزے کے طور پر دے دیتا ہے۔ نفس کا اندھیرا باقی رہتا ہے ابھی، پھر انسان اس کی پرورش شروع کر دیتا ہے اور نور کی ناقدری کرتا ہے تو نور از خود نکلتا ہے اندھیرے سے ہٹتا نہیں ہے۔ وہ شخص جس کا ظرف اندھیرے رکھتا ہے وہ شخص ہار جاتا ہے۔ نور کو تو وہ خود پھر کہتا ہے کہ بھئی میرا پیچھا چھوڑو اب اور نور زبردستی نہیں ملتا۔ نور تو عطا ہے۔ اگر کوئی شخص مستحق ہے اور قدر دان ہے تو اس کے پاس رہے گا ورنہ نہیں۔ اندھیرے کو فی ذاتہٖ نور کے اوپر غالب آنے کی توفیق نہیں ہے ہاں وہ مالک جس نے کچھ اندھیرے سے حصہ پایا ہے، کچھ روشنی سے حصہ پایا ہے اس کا اپنا رجحان، اس کا اپنا طرز عمل ہے جو یہ فیصلہ کرے گا کہ بالآخر نور باقی رہے گا یا ظلمت باقی رہ جائے گی۔ مگر یہ بھی ایک نسبتاً زیادہ تفصیل کا محتاج مضمون ہے۔ اب میں اس خطبے کو ختم کرتا ہوں اور ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے اندھیروں سے ہمیں پاک وصاف کر دے اور ہر اندھیرے کے بدلے وہ نور عطا فرمائے جو آ کر ٹھہر جانے والا، بس جانے والا ہو اور پھر ہمیں کبھی نہ چھوڑے۔ آمین